بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمـٰنِ الرَّحِیمِ

Jesus Christ

According to the Qur'an and the Bible

Allama Abdul Haqq

قِران السّعدین

المسیح کی شان

ازروئے

بائبل وقرآن

مصنفہ

سلطان المناظرین مرحوم علامہ عبدالحق صاحب

1925

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ

آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہے

ہر بدیہی امر کے متعلق تو انسانی عقول میں اتفاق پایاجاتا ہے ۔مگر بعض عقلی مسائل کے متعلق علماء حکما کی آرا مختلف ہوتی ہیں۔ اور وہ اختلاف صرف عقلی دلائل کی قوت وضعف کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ بسا اوقات انسانی عقل وفہم کے مختلف مدارج سے متعلق ہوتا ہے ۔پھر براہین عقلیہ کے مقدمات چونکہ بدیہیات سے مرتب ہوں گے ۔ اور مذہبی معتقدات ،بے مثل ونا دیدہ حقائق اور غیر محدود ہستی سے متعلق ہونے کی جہت سے محدود ومحسوس اشیاء سے حقیقی مماثلت نہیں بلکہ مثالی مناسبت رکھیں گے ۔ اس لئے مذہبی معتقدات کے متعلق انسانی عقول میں باہم اختلاف امر ناگریز ہے ۔ کیونکہ ازروئے عقل مذہبی حقائق کی ضرورت یا امکان ہی ثابت ہوسکے گا۔ ان کی ماہیت وحقیقت کا عرفان ضرور فوق العقل ہوگا۔علاوہ بریں مذہبی امور کی تحقیق میں براہین عقلیہ کا نقص اس قدر سدرراہ نہیں ۔ جس قدر یہ امر کہ ہر مذہبی شخص کی مختص مذہبی ذہنیت بچپن میں ہی مرتب ہوتی ہے ۔ جس کے مطابق وہ مختلف مذہبی عقائد کے حسن وقبح کا حکم لگاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ چند مستثنیات کے سوا سب انسانی افراد اپنے والدین یاسرپرستوں کے مختلف عقائد کو ہی سچا جانتے اور مانتے ہیں۔ جس سے یہ مستنبط ہوتا ہے ۔ کہ اگر بچپن کی مذہبی ذہنیت کی بنا پر کسی شخص کو اپنے سرپرستوں کا مسلمہ مذہب ہی راست معلوم ہوتا ہے ۔ تو علی الرغم کسی دیگر مذہب کے معتقدات سے بچپن میں ہی متاثر ہونے کی صورت میں اسے اپنے مختص مذہبی ذہنیت کے آئینہ میں بالغ ہوکر بھی وہی مذہب دلکش اور راست معلوم ہوگا۔ پس کما ینبغی محقق وہی شخص ہوسکتا ہے ۔ جو بچپن کی اضطراری مذہبی ذہنیت کے اثر سے اپنے آپ کو خالی کرکے ہر سچائی کو خواہ وہ اس کے پہلے معتقدات کے برخلاف ہی ہو۔ تحقیق کے بعد قبول کرنے کے لئے مستعد ہو۔ پس اگر طالب حق اور راستی پسند

مسلمان ہمارے اس مضمون کو بنظر غور و تعمق اور اپنے ذہن کو ہر طرح کے مذہبی تعصب سے پاک کرکے پڑھیں گے جو کہ بائبل مقدس اور قرآن شریف کی متفقہ شہادت پر مبنی ہے۔ تولامحالہ انہیں ماننا ہوگا کہ جناب مسیح ہی افضل الناس اور افضل العالمین ہے۔ چنانچہ :

المسیح

اول۔ وہ ازروئے بائبل مقدس وقرآن شریف "المسیح " ہے۔

(1)۔ ازروئے بائبل مقدس۔

"بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ ۔۔۔ اسی سبب سے خدا یعنی تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ مسح کیا۔
(انجیل شریف خط عبرانیوں رکوع 1آیت 8و9۔ زبور شریف رکوع 45آیت 7)۔ تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔" (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی رکوع 16آیت 17)۔

(2)۔ازروئے قرآن شریف۔

اے مریم! تجھ کو خدا اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام "المسیح " عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب الہیٰ ہے (آل عمران 40)۔
چونکہ روئے زمین کے کل مسیحی اور مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہوں بلا استثنا ابن مریم کو "المسیح" ماننے میں متفق الکلمہ ہیں۔ اور ازیں جہت اس کو اپنے معتقدین کے شمار وخصائص کے اعتبار سے کل دنیا کے مذہبی ہادیوں پر فوقیت اور تقدم حاصل ہے۔ پس وہ نہ صرف بائبل مقدس اور قرآن شریف کے مسلمہ انبیاء بلکہ دنیا بھر کے مذہبی ہادیوں سے افضل ٹھہرتا ہے اور بنا بریں اس کے پیرووں کو بھی یہ فوقیت حاصل ہے کہ :

(1)۔"میں اس پتھر پر (یعنی اس ایمان پر کہ میں زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہوں ۔(انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا رکوع 5آیت 4و5)۔ اپنی کلیسیا بناؤں گا۔اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئینگے۔"(حضرت متی رکوع 16آیت 18)۔
(2)۔اور تیرے متبعین کو تا یوم قیامت منکروں پر غالب رکھنے والا ہوں (آل عمران 48)۔

مستثنیٰ پیدائش

دوم۔ وہ اپنی مستثنیٰ پیدائش کے اعتبار سے فوق البشر ہیں۔ کیونکہ انسان کی پیدائش یوں مقدر ہے۔

(1)۔ ازروئے بائبل مقدس۔

"خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا(کتاب پیدائش رکوع 2آیت 7)۔ "آدم نے اپنی بیوی کا نام حوا رکھا۔ کیونکہ وہ سب زندوں کی ماں ہے۔" (پیدائش رکوع 3آیت 20)۔ اس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روئے زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی (اعمال الرسل رکوع 17 آیت 26)۔

(2)۔ ازروئے قرآن شریف۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاء مَّهِينٍ
"انسان کی آخر نیش کا آغاز مٹی سے کیا ۔ پھر اس کی نسل کو بیقدر پانی کے خلاصہ سے بنایا(سورہ سجدہ 6)۔ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ یعنی ہم نے انسان کو ایک بوند کے لچھے سے خلق کیا(سورہ دہر آیت 2)۔
الحاصل پہلے انسانی جوڑے یعنی مقدس آدم ومقدسہ حوا کی پیدائش اس لئے ماں باپ کے واسطہ کے بغیر اور الہیٰ تخلیق کے طور پر ضروری تھی۔ کہ اس وقت والدین کا وجود ہی نہ تھا۔ چنانچہ دیگر حیوانات کے پہلے جوڑے بھی ماں باپ کے بغیر اور سارے نباتات کے پہلے پودے بھی تخم کے بغیر پیدا

ہوئے۔لہذا وہ بھی بلاواسطہ یعنی الہیٰ مخلوق تھے۔ پس ازروئے پیدائش پہلے درخت اور پہلے حیوانی جوڑے اور پہلا انسانی جوڑا فوق الفطرت طریق پر مخلوق نہ ہوئے ۔کیونکہ آغاز آفرینش میں ہر الہیٰ مخلوق کی پیدائش کے لئے قانون فطرت یکساں تھا۔ لیکن ان کے بعد سے آج تک بالواسطہ مخلوق کا ہر فرد طبعی قانون کے مطابق پیدا ہوتا رہا۔ اور ازروئے بائبل مقدس وقرآن شریف بجز سیدنا مسیح کے ہر گز نباتی یا حیوانی یا انسانی فرد اس قانون سے مستثنٰی اور فوق الفطرت طریق پر پیدا نہیں ہوا۔

(1)۔ " مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی ۔ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا ۔ (حضرت لوقا رکوع 1 آیت 34و35)۔ "پہلا آدمی یعنی آدم زندہ نفس بنا۔ پچھلا آدم زندگی بخشنے والی روح بنا۔۔۔۔۔ پہلا آدمی زمین سے یعنی خاکی تھا۔ دوسرا آدمی آسمانی ہے۔" (خط اول کرنتھیوں رکوع 15 آیت 45و47)۔

(2)۔ "قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّاقَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا

مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کہاں سے ہوگا جبکہ مجھ کو کسی آدمی نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار ہوں ۔ فرشتہ نے کہا تیرے رب نے یونہی کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے ۔ اور اس کو ہم اپنی طرف سے لوگوں کے لئے نشان اور رحمت بناتے ہیں اور یہ امر مقرر ہوچکا ہے (سورمریم آیت 21)۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِندَ اللّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثِمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ

یعنی عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال ہے ۔ اس کو مٹی سے خلق کیا پھر اس کو کہا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا (آل عمران 52)۔

(نوٹ) جناب مسیح کو جس معنی میں مسیحی ابن اللہ مانتے ہیں ۔ اس کے برخلاف قرآن شریف میں کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ اس میں ایسے عقیدہ کا رد مذکور ہے ۔ جس کو مسیحی مانتے ہی نہیں ۔ چنانچہ :

أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ

یعنی اس کا ولد کہاں سے ہو۔ جبکہ اس کی صاحبہ نہیں (انعام آیت 101)۔

وَإِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَـهَيْنِ مِن دُونِ اللّهِ

اور جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تونے لوگوں کو کہا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھہراؤ (مائدہ آیت 116)۔

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ

یعنی وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے (مائدہ 77)۔

كَانَا يَأْكُلاَنِ الطَّعَامَ

یعنی عیسیٰ اور اس کی ماں دونوں کھانا کھاتے تھے (مائدہ 79)۔ پس ظاہر ہے کہ ازروئے قرآن شریف ابن اللہ کا مفہوم ،ولد اللہ اور جسمانی بیٹا ہے جس کی پیدائش کے لئے اللہ کی بیوی کا وجود ضروری ہے۔ اور تثلیث کا مفہوم، اللہ کے ساتھ دور اور خدا یعنی عیسیٰ اور مریم ماننے کا عقیدہ ہے۔ اور وہ دونوں جسمانی (کھانے کے محتاج ہونے کے) اعتبار سے خدا ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح مسیحی عقیدہ کے برخلاف ہیں ۔کیونکہ مسیحی :

(الف) ولد اللہ اور اللہ کی صاحبہ کے قائل نہیں۔

(ب) سیدنا مسیح کی مخلوق بشریت کو جو دوہزارسال سے ہے ۔ اقنوم ثانی نہیں مانتے بلکہ وہ انسانیت کلمتہ اللہ کے لئے ویسا ہی ظرف ظہور ہے ۔ جیسے کہ جھاڑی میں آگ اور محدود محسوس آواز اور محدود وحادث الفاظ ،حضرت موسی علیہ السلام سے مخاطب خدا کے کلام کے لئے ظرف ظہور تھے۔

(1)۔ "خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰ اے موسیٰ ۔۔۔۔۔میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں۔(بائبل مقدس کتاب خروج رکوع 3 آیت 4و6)۔

(2) فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِي مِن شَاطِئِ الْوَادِي الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

یعنی جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچا تو میدان کے دائیں کنارے کی مبارک جگہ میں جھاڑی سے یہ آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں اللہ سارے عالموں کا رب ہوں (قصص 30)۔

"آواز دی گئی کہ وہ مبارک ہے جو آگ میں اور آس پاس ہے "(نحل آیت 8)۔

(ج)مقدسہ مریم کو مخلوق انسان مانتے ہیں۔ کوئی مسیحی اس کی الوہیت کا قائل ہو کر اسے اقنوم ثانی یا ثالث قرار نہیں دیتا۔

(د)ثالوث اقدس سے واحد ازلی خدا کے تین اقانیم (بمنزلہ محل صفات) مراد ہیں نہ کہ اللہ اور مریم اور عیسیٰ تین جداگانہ خدا۔

(ہ) کلمتہ اللہ کے انسانیت میں ظہور پر خدا کے اکلوتے کا اطلاق بطور مثال ہے جیسے کہ وجہ اللہ اور ید اللہ اور سمع و بصر وغیرہ الفاظ کا بے مثل خدا پر مثالی اطلاق ۔ چنانچہ کلام مقدس میں مذکور ہے ۔ کلام مجسم ہوا اور فضل سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا کہ باپ کے اکلوتے کا جلال" (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 14)۔ یعنی کلام مجسم کا جلال باپ کے اکلوتے کے جلال جیسا ہے ۔ اور لفظ " ایسا" اور "جیسا" اس کے مثالی اطلاق پر دلالت صریح ہے ۔ پس ابن اللہ سے مراد خدا کا جسمانی بیٹا نہیں بلکہ ازلی ذات سے بطور ظہور تجلی کے اس کا ازلی قیام ہے (خط عبرانیوں رکوع 1 آیت 3، حضرت یوحنا رکوع 16 آیت 28، حضرت میکاہ رکوع 5 آیت 2، حضرت یوحنا رکوع 17 آیت 5)۔

دوم۔ ابن کا لفظ قرآن شریف میں بھی مثالی معنی میں آیا ہے ۔ جیسے کہ مسافر کے لئے ابن السبیل، کا لفظ پس لفظ ابن اللہ سے ولد اللہ اور جسمانی بیٹا مراد نہیں۔ بلکہ ازروئے انجیل مقدس ، ابن اللہ اور کلمتہ اللہ دونوں کا مفہوم واحد ہے ۔

سوم۔ وہ کلمتہ من اللہ ہونے کے جہت سے واسطہ تخلیق کائنات ہیں۔

(1)۔ ازروئے بائبل مقدس۔

"ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا، کلام خدا تھا۔۔۔سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 1و3)۔ "کلام مجسم ہوا ،فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا(حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 14)۔ "اس زندگی کے کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا اور جسے ہم نے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا ۔ یہ زندگی ظاہر ہوئی اور ہم نے اسے دیکھا(خط اول حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 1و2)۔

(2)۔ ازروئے قرآن شریف۔

"اے مریم تجھ کو اللہ اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے(آل عمران 10)۔

(الف)اس آیہ میں اللہ کی طرف کلمہ کی اضافت (من) کے ساتھ ہے جو اضافت تجنیسی پر دال ہے جیسے کہ خاتمہ من ذہبٍ یعنی سونے کی انگشتری ۔

(ب) کلمتہ من اللہ قرآن شریف میں جناب مسیح کے سوا کسی غیر اللہ اور مخلوق کے حق میں ہر گز مذکور نہیں ۔

(ج)جناب مسیح کے کلمتہ من اللہ ہونے میں انجیل مقدس اور قرآن شریف متفق الکلمہ ہیں۔

(د) کلام خدا کے دوہی مفہوم ہوسکتے ہیں کلام لفظی اور تکلیفی یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی کلام کا افادہ جو انسانی بولی کے ظروف میں نبیوں اور رسولوں کی معرفت بخشا گیا۔ کلام تکوینی جس کے متعلق کتاب مقدس میں مذکور ہے ۔"اس نے فرمایا اور ہو گیا" (زبور شریف رکوع 33 آیت 9)۔ " عالم خدا کے کہنے سے بنے ہیں ۔ (خط عبرانیوں رکوع 11 آیت 3)۔ "سب چیزیں اس (کلام) کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں "(حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 3)۔ اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے "جب وہ ایک امر کو حکم کرتاہے تو اس کو کہتاہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے (بقرہ 111)۔

پس جناب مسیح کلام لفظی کے مفہوم میں نہیں بلکہ کلام تکوینی کے مفہوم میں ہی کلمتہ من اللہ ہوسکتے ہیں۔ جیسا کہ انجیل شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ " جس کلام کے وسیلے سے سب چیزیں پیدا ہوئیں ۔ "وہ کلام مجسم ہوا۔" (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 3و14 ،خط عبرانیوں رکوع 11 آیت 3)

سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم خدا کے کہنے سے بنے ہیں ۔ اسی صحیفہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بیٹے کے وسیلہ سے اس نے عالم پیدا کئے (خط عبرانیوں رکوع 1آیت 3)۔(نیز خط کلسیوں رکوع 1 آیت 16، اور خط اول کرنتھیوں رکوع 8 آیت 6 سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔

نیز قرآن شریف سے یہ شہادت ملتی ہے کہ اگرچہ فعل خلق اور زندگی کے نفخ کی نسبت کسی غیر اللہ کی طرف محال وممتنع ہے ۔ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ یعنی جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ اگرچہ سب جمع ہوں، ایک مکھی بھی ہرگز خلق نہیں کرسکتے (حج آیت 72)۔ مگر کلمتہ من اللہ انسانیت میں ظہور پر بھی بعض پرندوں کے لئے واسطہ تخلیق ٹھہرے۔ " میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل کی مانند خلق کرتا ہوں پھر اس میں دم پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہوجاتا ہے (آل عمران 43)۔ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي یعنی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندہ کی شکل کی مانند خلق کرتا اور اس میں دم پھونکتا تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہوجاتا (مائدہ 110)۔

یہ امر قابل غور ہے کہ کلمہ کنُ جو واسطہ تخلیق کائنات ہے لامحالہ اس سے مراد کوئی لفظی وضعی امر نہیں ہوسکتا۔ نہ وہ کوئی حادث ومخلوق شی ہوسکتاہے۔ ورنہ خود اس کی تخلیق کے لئے ایک اور واسطہ کی ضرورت ہوگی پھر اس کے لئے ایک اور کی اور یوں سلسلہ بے انتہا ہو کر تسلسل لازم آئے گا۔

(ہ) کلام مجسم ہوا۔

ازروئے بائبل مقدس ۔ (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 14، خط فلپیوں رکوع 2 آیت 7و18۔ خط اول تمیتھیس رکوع 3 آیت 16، خط عبرانیوں رکوع 1 آیت 6، رکوع 2 آیت 14، خط اول حضرت یوحنا رکوع 4 آیت 2)۔

ازروئے قرآن شریف ۔ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ یعنی مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو مریم کی طرف ڈال دیا اور اللہ کی روح (روح اللہ کے لئے، من اضافت تجنیسی پر دال ہے) (سور نساء 169)۔

دوم۔ ایسے انسانی جسم کے ظرف میں کلام خدا کے ظہور کو مسلمان بھی شان الہیٰ کا منافی نہیں ٹھہرا سکتے۔ جو طبعی مخلوق نہیں بلکہ الہیٰ مخلوق ہے۔ ازیں جہت کہ مقدس موسیٰ کے لئے محدود حادث زبان اور آواز اور دیدنی آگ کے ظروف میں کلام خدا کا ظہور قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور ان چیزوں کے مقابل وہ انسانیت یقیناً اشرف وافضل ہے (سورہ تین آیت 4) جو فوق الفطرت طریق پر خلق ہوئی (سورہ آل عمران آیت 42، سورہ مریم آیت 20و21)۔

فضیلت بنی اسرائیل

چہارم۔ قوم اسرائیل ازروئے بائبل مقدس وقرآن شریف افضل العالمین ہے ۔ پس جناب مسیح بنی اسرائیل کے سلسلہ انبیاء کے آخری نبی اور الہیٰ مقصد کی تکمیل کا واسطہ ہونے کی جہت سے افضل العالمین اور افضل الناس ہے۔

(الف) حضرت اضحاق علیہ السلام سے الہیٰ وعدہ " زمین کی سب قومیں تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گی۔" (پیدائش رکوع 26 آیت 14)۔

(ب) حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) سے خدا تعالیٰ کا وعدہ " زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گے" (پیدائش رکوع 28 آیت 14)۔

(ج)قوم اسرائیل کی برگزیدگی ۔" اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے (خروج رکوع 4 آیت 22)۔ "خداوند تیرے خدا نے تجھ کو روئے زمین کی سب قوموں میں سے چن لیا ہے تاکہ اس کی خاص امت ٹھہرے (استثنا رکوع 7 آیت 6)۔ نیز (استثنا رکوع 14 آیت 20، رکوع 26 آیت 18و19)۔ پس ازروئے بائبل مقدس کل اقوام عالم پر بنی اسرائیل کی فضیلت بلا استثنا ہے ۔ اور

خدا تعالیٰ جو قادر مطلق اور حکیم علی الاطلاق ہے۔ اپنے مقصد میں چونکہ ہر گز ناکام نہیں ہوسکتا۔(حضرت یسعیاہ رکوع 46آیت 10، زبور رکوع 33آیت 11۔ امثال رکوع 21آیت 30)۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقصد کی بتدریجی تکمیل بنی اسرائیل کے سلسلہ انبیاء کے آخری نبی کےواسطے سے انجام پذیر ہو۔ اور وہ افضل الناس اور افضل العالمین ٹھہرے۔ اور علی الرغم یہ امر عقل وایمان کے بالکل ہی بر خلاف ہے کہ افضل العالمین تو بلا استثنا قوم اسرائیل ہو۔مگر افضل الناس فرد اس سے خارج کسی غیر قوم میں مفروض ہواور یوں کسی کلی کا اپنے جزئیات سے علیحدہ وجود اور کسی جزئی کا اپنی کلی سے استغنا لازم آئے۔

(2)فضلیت بنی اسرائیل ازروئے قرآن شریف

" يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُواْ نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ یعنی اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کروجو میں نے تم پر انعام کی۔ اور میں نے تمہیں سارے عالموں پر فضیلت دی ہے (سورہ بقرآیت 44) " اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اورحکومت اور نبوت دی ۔ اور ان کو پاکیزہ نعمتوں کا رزق دیا اور ان کو سارے عالموں پر فضیلت دی (سورہ جاثیہ آیت 15)" یعنی اس نے تم کو سارے عالموں پر فضیلت بخشی (سورہ اعراف آیت136)۔ پس ازروئے قرآن شریف۔

(الف) بنی اسرائیل افضل العالمین ہیں۔

(ب) بنی اسرائیل کی فضیلت مختص اور بلا استثنا ہے۔

(ج) بنی اسماعیل کی فضیلت قرآن شریف میں مذکور نہیں۔

(د)حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے صرف حضرت اضحاق کے لئے ہی اس کے ساتھ " ذریتھا" (سورہ صافات آیہ 113) بصیغہ تثنیہ آیا ہے۔

(ہ)إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ
یعنی اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم اور آل عمران کو سارے عالموں پر برگزیدہ کیا(آل عمران 30)۔ پس جناب مسیح کا افضل العالمین اور افضل الناس ہونا منصوص ہے۔ کیونکہ اللہ نے حضرت آدم کو برگزیدہ کیا اور اس کی اولاد میں مقدس نوح کو دیگر اولاد آدم پر پھر اس کی اولاد میں مقدس ابراہیم کو دیگر اولاد نوح وآدم پر۔ پھر اس کی اولاد میں آل عمران کی دیگر اولاد ابراہیم وبنی نوح وآدم حتیٰ کہ سارے عالموں پر برگزیدہ کیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ ازروئے قرآن شریف آل عمران سے مراد بجز مقدسہ مریم اور ابن مریم کے اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مقدسہ مریم کی ماں کو عمران کی بیوی۔ (سورہ آل عمران آیت 31) اور مقدسہ مریم کو عمران کی بیٹی کہا گیا ہے(سورہ تحریم آیت 66)۔

(و) بنی اسماعیل کی فضیلت چونکہ قرآن شریف میں مذکور نہیں ۔ اور اس کے مقابل بنی اسرائیل کی فضیلت العالمین پر بلا استثنا منصوص ہے ۔ نیز خلقت کے سب کاموں کی تکمیل چونکہ بتدریج ہوتی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ بنی اسماعیل میں بلاتدریج پہلے اور آخری یعنی اکیلے نبی ہیں۔ اور صیحین کی حدیث متفق علیہ سے چونکہ ظاہر ہے کہ آنحضرت نے اپنے تئیں انبیاء سے افضل ٹھہرانے کو منع کیا" ابو سعید لا تخیرونی من بین الانبیاء "یعنی بخاری اور مسلم میں ابوسعید سے روائت ہے کہ حضرت نے کہا مجھ کو سب نبیوں میں بہتر نہ کہو (مشارق الانوار حدیث 550)۔ اس لئے مسلمانوں کا آنحضرت ﷺ کو افضل الناس اور افضل الانبیاء قرار دینا بائبل مقدس اور قرآن شریف کی متفقہ شہادت کے برخلاف تحکم محض کا حکم رکھتا ہے۔

ابن مریم ہونے کی جہت سے فضیلت

پنجم۔ جناب مسیح ابن مریم ہونے کی جہت سے بھی افضل الناس ہیں۔

(1)۔ ازروئے انجیل شریف۔

"اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آکر کہا۔ سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے (حضرت لوقا رکوع 1 آیت 28)۔ اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی اور بلند آواز سے پکار کرکہنےلگی کہ تو عورتوں میں مبارک اور تیرے رحم کا پھل مبارک ہے اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہوا کہ میرے مولا کی ماں میرے پاس آئی (حضرت لوقا رکوع 1 آیت 41تا 43)۔اس کے بیٹا ہوگا۔ اور تو

اس کا نام یسوع رکھنا۔ کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھوایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنیگی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ(حضرت متی رکوع 1 آیت 21تا23)۔

(2)ازروئے قرآن شریف۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالأُنثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وِإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ یعنی جب مریم کی ماں نے اس کو جنا توکہا اے میرے رب میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے جو کچھ وہ جنی ۔ اور کوئی بیٹا اس بیٹی کی مانند نہیں ہوسکتا ۔ اور (مریم کی ماں نے کہا) میں نے اس کا نام مریم رکھا اور اس کی اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں(سورہ آل عمران 31)۔يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاء الْعَالَمِينَ یعنی اے مریم اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا اور پاک ٹھہرایا اور تجھے سارے عالموں کی عورتوں پر برگزید گی بخشی(سورہ آل عمران 37)۔

پس نساء العالمین پرمقدسہ مریم کی فضیلت مختص اور بلااشتنا منصوص ہے۔اور یہ نص اسی سورہ کی 30و31آیتوں کےساتھ جناب مسیح کے افضل الناس اور افضل العالمین ہونے کی پختہ اور صریح شہادت ہے۔

بیت اللہ

ششم۔ جناب مسیح کی بشریت خدا کی ہیکل یعنی بیت اللہ ہے (حضرت یوحنا رکوع 2آیت 21)۔

خدا تعالیٰ چونکہ غیر محدود ہے ۔ اس لئے محدود انسان ہی اپنی محدود قوتوں اور قابلیتوں سے اس کی غیر محدود ذات تک بلاواسطہ رسائی حاصل نہیں کرسکتا ۔ وہ اس نور میں رہتاہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی نہ اسے کسی انسان نے دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے (انجیل شریف خط اول تیمتھیس رکوع 6آیت 16)۔ پس محدود انسان اپنی محدود قابلیت کے ساتھ کسی محدود واسطہ کےذریعہ سے ہی غیر محدود خدا کی عبادت کرسکتا ہے ۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے بیابان میں خدا تعالیٰ کی عبادت کا واسطہ (قبلہ) خیمہ تھا (خروج رکوع 40آیت 34و35)۔ اور اس کے بعد شہر یروشلم میں مقدسہ سلیمان کی تعمیر کردہ ہیکل تھی۔ جو خدا کے جلال سے معمور ہوکر خدا کا گھر (بیت اللہ) ٹھہرا (سلاطین رکوع 8آیت 1و11)۔ لیکن باری تعالیٰ ہاتھ کے بنائےہوئے گھر میں نہیں رہتا (اعمال رکوع 7آیت 47و48اور رکوع 17آیت 24 ۔ حضرت یوحنا رکوع 4آیت 21تا 24)۔اور اشرف المخلوقات یعنی انسان کے حقیقی ، دائمی اور ہمہ گیر استفادہ کے لئے اینٹ پتھروں گھر حقیقی ، دائمی اور ہمہ گیر واسطہ نہیں ہوسکتا ۔ اور فرشتے بھی محدود حادث مخلوق ہونے کی جہت سے ازلی وغیر محدود ذات سے بلاواسطہ استفادہ نہیں کرسکتے۔ پس وہ بیت اللہ کوئی خیمہ یا اینٹ پتھروں کا گھر نہیں ہوسکتا ۔ جو فی الحقیقت غیر محدود ازلی خدا اور محدود حادث مخلوق میں حقیقی ، دائمی اور ہمیہ گیر واسطہ ٹھرے ۔ چنانچہ عہد عتیق میں بیابان کا خیمہ اور یروشلم کی ہیکل صرف مثالی طور پر قبلہ اور بیت اللہ تھے (خط عبرانیوں رکوع 9آیت 1و9)۔ اور مسلمانوں کو بھی لامحالہ یہی سچائی ماننا ہو گی ۔ورنہ اس قبلہ کا ردو بدل یعنی مسجد اقصیٰ کی بجائے مسجد الحرام کو قبلہ ٹھہرانا خال وممتنع ہوتا۔ پس ازروئے کلام مقدس حقیقی بیت اللہ کےلئے خدا تعالیٰ نےایک انسانی بدن الہیٰ مخلوق کے طور پر تیار کیا (عبرانیوں رکوع 10 آیت 5، حضرت متی رکوع 1آیت 23، حضرت یوحنا رکوع 1آیت 14رکوع 3آیت 21، خط فلپیوں رکوع 2آیت 7و8۔ خط کلسیوں رکوع 2آیت 9،)وہی انسانوں فرشتوں بلکہ ساری مخلوقات کے لئے ہمہ گیر قبلہ اور دائمی بیت اللہ ہے (خط فلپیوں رکوع 2آیت 10و11۔ کتاب مکاشفہ رکوع 21آیت 22)۔ وہ پہلے بھی فرشتوں کے لئے قبلہ ٹھہرا (خط عبرانیوں رکوع 1آیت 6)۔ اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتاہے کہ فرشتوں نے درحقیقت مقدس آدم کو نہیں بلکہ اس کے کالبد میں روح اللہ کو سجدہ کیا۔ چنانچہ مقدسہ مریم کے متعلق انہی الفاظ میں نفخ روح من اللہ کا ذکر ہے ۔ جن معنی میں کہ مقدس

آدم کے متعلق "وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا" جس خاتون نے اپنی عفت محفوظ رکھی ۔ ہم نے اس خاتون میں اپنی روح پھونک دی۔ (سورہ انبیاء آیت 91 اس آیہ میں مقدسہ مریم میں روح من اللہ کے نفخ سے لامحالہ مقدسہ مریم کی روح کا نفخ نہیں بلکہ کلمتہ من اللہ کے روح کا القا مراد ہے (سورہ نساء آیت 169)۔ انہی الفاظ میں مقدس آدم میں بھی روح من اللہ کا نفخ مذکور ہے ۔" جب میں اس کو درست کروں اور اس میں روح پھونکوں تو (فائے تعقیب) تم اس کے سجدہ میں گر پڑو (سورہ حجر آیت 29، سورہ ص آیت 52)۔ پس اس جگہ بھی آدم کی روح کا نفخ نہیں بلکہ کلمتہ من اللہ کی روح کا القا مراد ہے ۔

گر نباشد ذاتِ حق اندر وجود   آب و گل را کے کنند ملکاں سجود

قیامت کا پھلوٹا

کائنات عالم سے خدا تعالیٰ کی عقلی شہادت استدلال انی ہی ہوسکتی ہے۔" کیونکہ اس کی ان دیکھی صفتیں یعنی اس کی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔" (خط رومیوں رکوع 1 آیت 20)۔ اور صفات الہیٰ کا مثالی علم سب سے زیادہ انسانیت کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے جو خدا کی صورت پر مخلوق ہے۔ (پیدائش رکوع 1 آیت 7، خط یعقوب رکوع 3 آیت 19)۔ مگر چونکہ مخلوقات کے ہر فرد کی زندگی پر موت کا تسلط ہے۔ اور عرش بریں سے فرش زمیں تک ایک بھی ایسی شئی موجود نہیں۔ کہ جس پر فنا اور بطالت کا قبضہ نہ ہو (واعظ رکوع 1 آیت 2، خط رومیوں رکوع 8 آیت 20)۔" جو کوئی اس زمین پر ہے سب فانی ہے (سورہ رحمن آیت 26)۔ اس لئے ازروئے استدلال انی کسی ایسی زندگی کے متعلق عقلی یقین ممکن نہیں ۔ جو فنا اور موت پر غالب اور محی الموتی ہو۔ چنانچہ اسی استدلال انی کی بنا پر ہی آج کل کے منکرین معجزات جناب مسیح کے مردوں کو جلانے کے تاریخی واقعات اور چشم دید گواہوں کے بیانات کی تکذیب کرتے ہیں۔ پس موت کے بعد زندگی کا امکان اور مردوں کی قیامت کا عقیدہ صرف اسی صورت میں ازروئے استدلال انی صحیح ٹھہر سکتا ہے جبکہ کائنات عالم میں کسی ایسے مستثنیٰ فرد کا وجود ثابت ہو۔ جو فنا اور موت پر غالب ہو کر جی اٹھا ہو اور محی الموتی ہو۔ اور یہ ہی صورت میں ممکن ہے جبکہ کلمتہ من اللہ کی قیامت اور مردوں کو جلانیکی چشم دید اور متواتر شہادتوں اور تاریخی بیان اور الہامی گواہوں کو مان لیں ۔ ورنہ ہر موجود شئی پر فنا کے قبضہ کے بدیہی ثبوت کی موجودگی میں ازروئے استدلال انی مردوں کی قیامت اور بقائے روح وابدی زندگی بلکہ خدائے حی القیوم کی ہستی کا بھی انکار لازم آئے گا۔ جو کہ مخلوقات کی فانی کلی میں ایک بھی مستثنیٰ جزئی موجود نہ کرسکا۔ پس بقائے روح اور قیامت اور ابدی زندگی اور خدائے حی القیوم کی ہستی کا اس فانی عالم میں صرف جناب مسیح ہی اکیلے سچے گواہ اور مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پھلوٹے ہیں (مکاشفہ رکوع 1 آیت 5)۔ جو بحالت تجسم بھی ہر طرح کے بیماروں کو شفا اور مردوں کو عارضی زندگی بخشنے میں خدائے حی القیوم کا واسطہ اور محی الموتی بنا (حضرت لوقا رکوع 7 آیت 22)۔ وَتُبْرِىءُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوتَى بِإِذْنِي یعنی اور تو جنم کے اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے چنگا کرتا ہے اور جب تو میرے حکم سے مردے نکال کھڑے کرتا (سورہ مائدہ آیت 110)۔ وَأُبْرِىءُ الأَكْمَهَ والأَبْرَصَ وَأُحْيِـي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللّهِ ترجمہ : اور میں اللہ کے حکم سے جنم کے اندھے اور کوڑھی کو چنگا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں ۔(آل عمران 43)۔ پس کلمتہ من اللہ جو واسطہ تخلیق کائنات ہے وہی باعث قیامت اور واسطہ وصال الہیٰ ہے (کلسیوں رکوع 1 آیت 15 تا 20)۔ مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا ہے (خط اول کرنتھیوں رکوع 5 آیت 19)۔ " جب آدمی کے سبب سے موت آئی۔ تو آدمی ہی کے سبب سے مردوں کی قیامت بھی آئی ۔ اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ۔ ویسے ہی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے ۔" (خط اول کرنتھیوں رکوع 15 آیت 21و22)" وہی مبدء ہے اور مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا (خط کلسیوں رکوع 1 آیت 18)۔ میں مر گیا تھا اور دیکھ ابد الاباد زندہ رہوں گا اور موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں" (کتاب مکاشفہ رکوع 1 آیت 18)۔ پس جس صورت میں لڑکے خون اور گوشت میں شریک ہیں۔ تو وہ خود بھی ان کی طرح ان میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلہ سے اس کو جسے موت

پر قدرت حاصل تھی۔ یعنی ابلیس کو تباہ کردے (خط عبرانیوں رکوع 2آیت 14)" وہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اس کی آواز سن کر نکلیں گے " (حضرت یوحنا رکوع 5آیت 28)۔ کیونکہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مردے غیر فانی حالت اٹھیں گے (خط اول کرنتھیوں رکوع 15آیت 52)۔ اس کی تائید قرآن شریف سے بھی ہوتی ہے ۔ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی وہ (ابن مریم) قیامت کا علم ہے (سورہ زخرف آیت 61)۔اور بروز قیامت اللہ کا تخت عدالت پر ظہور بھی محدود مظہر کے واسطہ سے ہی ہوگا۔ کیونکہ باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا ۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کو سپرد کردیا ہے (حضرت یوحنا رکوع 5آیت 22)۔ کیونکہ ضرور ہے کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے گا (خط دوم کرنتھیوں رکوع 5آیت 10)۔ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ یعنی اور اس دن تیرے رب کا تخت آٹھ شخص اپنے اوپر اٹھائینگے۔ (سورہ الحاقہ 17)۔ پس اس محدود تخت پر غیر محدود ہستی تخت نشین نہیں ہوسکتی نہ آٹھ شخص اس کو اٹھا سکتے ہیں ۔ بلکہ اس غیر محدود ہستی کا محدود ظہور ہی ماننا ہوگا۔

اوّل اور آخر اور ظاہر و باطن

ہشتم۔ وہ اول اور آخر اور ظاہر و باطن ہے ۔

(1)ازروئے بائبل مقدس۔

رب الافواج فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ (حضرت یسعیا رکوع 44آیت 6)۔

"میں اول اور آخر اور زندہ ہوں ۔ میں مر گیا تھا اور دیکھ ابدالآباد زندہ رہونگا۔(مکاشفہ رکوع 1آیت 17و18)۔ میں الفا اور امیگا ، اول اور آخر ، ابتدا و انتہا ہوں۔" (مکاشفہ رکوع 22آیت 13)۔ "ہم قادر مطلق کو پا نہیں سکتے (ایوب رکوع 37آیت 33) وہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے (خط اول تمیتھس رکوع 6آیت 16)۔ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا "(حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 18)۔ "وہ ان دیکھے خدا کی صورت ہے "(خط کلسیوں رکوع 1 آیت 15)۔ "وہ اس کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہے (عبرانیوں رکوع 1 آیت 3)۔

(2)ازروئے قرآن شریف۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ یعنی وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے (سورہ حدید 3)۔ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ یعنی اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے اور وہ لطیف اور سب چیزوں سے آگاہ ہے (انعام 103)۔ "کہا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھیگا(اعراف 139)۔ اسلامی اور مسیحی مسلمات کے مطابق خدا تعالیٰ جو بالذات ازلی اور غیر محدود ہے ۔ وہی حادث ومحدود مخلوقات کی علت مستقلہ وتامہ ہے ۔ بنا بریں قدیم وحادث اور غیر محدود محدود میں ایسا واسطہ ماننا ہوگا۔ جس کے وسیلہ سے محدثات کا ارتباط قدیم سے اور محدودات کا علاقہ غیر محدود کے ساتھ ہوسکے ۔ ورنہ علت تامہ سے تخلف معلول کا استحالہ لازم آئیگا۔

نیز خدا تعالیٰ کی مخلوقات کا اول اور آخر حقیقی انسانی طور پر ہی مان سکتے ہیں۔ نہ کہ بطور حقیقی محض کے ۔ کیونکہ محدثات کا اول ، ازلی محض نہیں ہوسکتا۔ یا تو وہ حادث محض ہوگا۔ اور اس صورت میں حادث معلولات کا ربط قدیم علت تامہ سے باطل ٹھہرے گا۔ اور یا وہ علت محدثہ کے طور پر حقیقی اضافی یعنی قدیم خالق اور حادث مخلوق میں واسطہ اور درمیانی ہوگا۔ چنانچہ ازروئے کلام مقدس ،خدا کا کلمہ اور ابن اللہ ہی قدیم خالق اور حادث مخلوق میں واسطہ ہے ۔" جس کے وسیلہ سے سب چیزیں موجود ہوئیں (خط اول کرنتھیوں رکوع 8آیت 16)۔ اور خدا کی خلقت کا مبدع ہے " (مکاشفہ رکوع 3آیت 14)۔ جس کے وسیلہ سے اس نے عالم بھی پیدا کئے ۔" (عبرانیوں رکوع 4 آیت 3)۔ "سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔ اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 3)۔ اور قرآن شریف میں میں ازلی خالق اور حادث مخلوق میں کلمہ "کن " کو واسطہ قرار دیا گیا ہے ۔ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ

کُن فَیَکُونُ یعنی کسی چیز کے لئے جب ہم نے اس کا ارادہ کیا ہمارا قول یہی ہے کہ ہم اسے کہیں کہ ہو تو وہ ہوجائے۔" (نحل 42)۔ پس جیسا کہ پیشتر مبرہن ہوچکا۔" کلمتہ من اللہ پر ہی " ھو الاول " کا اطلاق ہوسکتاہے۔ اسی طرح سے ممکنات کاآخر بھی ابدی محض نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابدی سے مراد ذات ازلی اور واجب الوجود کا غیر متناہی ہونا ہے ۔ اور چونکہ غیر فانی ممکنات کے زمانہ کا شروع ضرور ہوگا۔ اس لئے ان کے آغاز کے اعتبار سے ان کے غیر فانی ہونے کا زمانہ متناہی ومحدود ہوتا جائے گا۔ کیونکہ امر متناہی پر متناہی کے اضافہ سے غیر متناہی ہر گز نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں ازروئے زمانہ غیر فانی وباقی ممکنات کے آخر کا فرض ہی باطل ٹھہرے گا۔ ازیں جہت مخلوقات کے آخر سے مراد لامحالہ محدود کائنات کے غیر محدود ذات الہیٰ سے وصل ولقا کا واسطہ آخر ہی ہوسکتا ہے ۔" مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا۔" (خط دوم کرنتھیوں رکوع 5آیت 19)۔ تا کہ زمانوں کے پورے ہونے کا ایسا انتظام ہو کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہوجائے خواہ وہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی۔" (خط افسیوں رکوع 1آیت 10)۔ پس ھو الآخر، کا اطلاق بھی کلام مجسم پر ہی ہوسکتا ہے۔

نیز خدا تعالیٰ لطیف حقیقی اور غیر محدود ہے۔ وہ ممکنات کے محدود قویٰ کے اعتبار سے باطن محض ہے۔ ازیں جہت اس پر باطن نسبتی کا اطلاق اسی صورت میں ممکن ہوگا۔ جبکہ اس کا ظہور ممکن ہو۔ اور اس پر ظاہر کا اطلاق اسی وقت ہوسکے گا۔ جبکہ اس کا ظہور ایسے محدود مظہر میں ہو کہ محدودات کے لئے اس سے استفادہ اور اس کی روئت ممکن ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر خدا تعالیٰ کا ظہور محدود اور دیدنی تجلی میں ہوا(خروج رکوع 19آیت 18، رکوع 24آیت 17)۔ اور ازروئے قرآن شریف بھی مقدس موسیٰ کے لئے خدا تعالیٰ کا محدود اور دیدنی ظہور ہوا۔ وَلَـكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا یعنی ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ ۔ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا۔ تو مجھ کو تو دیکھے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر ظہور کیا۔ تو اس کو ہموار زمین بنادیا۔(اعراف 139)۔

الغرض خدا تعالیٰ پر ظاہر کا اطلاق اسی صورت میں ہوسکتا ہے ۔ جبکہ اس کا ظہور محدود ودیدنی مظہر میں ہو۔ اور چونکہ ایسے مظہر کا ذکر بائبل مقدس اور قرآن شریف میں موجود ہے ۔ اس لئے ذات بحت وحقیقی محض کا عارضی ظہور ۔ غیر انسانی مخلوق میں ماننے کی بہ نسبت حقیقی اضافی یعنی کلمتہ من اللہ جو مخلوقات کی تخلیق کاواسطہ اور علت محدثہ ہے) کے فوق الفطرت پر مخلوق انسانیت میں دائمی ظہور پر "ھو الظاہر" کا اطلاق بدرجہ اولیٰ واتم معقول وقابل قبول ٹھہرے گا۔

حقیقی نور

نہم وہ "حقیقی نور" ہے۔(حضرت یوحنا رکوع 1آیت 9و10)۔

(1)۔ بائبل مقدس میں خدا تعالیٰ کو نور کہا گیا ہے ۔ "خدا نور ہے" (خط اول حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 5)وہ نوروں کا باپ ہے (خط یعقوب رکوع 1 آیت 17)۔ اس کا مسکن نور ہے (خط اول تمتھیس رکوع 6آیت 16)۔ اس کی پوشاک نور ہے (زبور رکوع 104آیت 2)۔خدا تعالیٰ کا الہامی کلام چونکہ اس کی ذات وصفات اور مرضی کا مثالی بیان اور غیر محدود وازلی کلام الہیٰ کا انسانی بولی میں محدود وعکسی مکاشفہ ہے ۔ اس لئے اس کو چراغ سے مثال دی گئی ہے ۔ "تیرا کلام میرے قدموں کے لئے چراغ اور میری راہ کے لئے روشنی ہے" (زبور 119آیت 105)۔ کیونکہ فرمان چراغ ہے اور تعلیم نور۔" (امثال رکوع 6آیت 23)۔ ہمارے پس نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھہرا اور تم اچھا کرتے ہو جو یہ سمجھ کر اس پر غور کرتے ہو کہ وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے (خط دوم حضرت پطرس رکوع 1آیت 19)۔

چونکہ الہامی کلام نبیوں کی معرفت دیا گیا۔ اس لئے نہ صرف پیغامبر ہونے کی وجہ سے بلکہ حقیقی نور کے گواہ ہونے کی جہت سے انہیں عکسی نور اور چراغ کہا گیا ہے ۔" میں تجھ کو غیر قوموں کے لئے نور بناؤں گا۔" (حضرت یسعیاہ رکوع 49آیت 6)۔ حضرت یوحنا جو حقیقی نور کا گواہ تھا (حضرت یوحنا رکوع 5آیت 33)۔ اسے " جلتا اور چمکتا ہوا چراغ "کہا گیا ہے (حضرت یوحنا رکوع 5 آیت 35) بلکہ تمام مقدسین کو حقیقی نور کے گواہ ہونے کے اعتبار سے چراغوں کی مثال ٹھہرایا گیا

تم دنیا میں چراغوں کی طرح دکھائی دیتے ہو اور زندگی کا کلام پیش کرتے ہو۔" (خط فلپیوں رکوع 2 آیت 15)۔ تم دنیا کے نور ۔۔۔۔۔۔ اور چراغ جلا کر پیمانہ کے نیچے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں ۔۔۔۔ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے (حضرت متی رکوع 5 آیت 16)۔ کیونکہ تم پہلے تاریکی تھے مگر اب خداوند میں نور ہو(خط افسیوں رکوع 5 آیت 8)۔لیکن کلمتہ من اللہ کے وسیلہ سے بنی آدم کو خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا صرف لفظی بیان اور مثالی مکاشفہ (خط عبرانیوں رکوع 1 آیت 2)۔ حاصل نہیں ہوتا بلکہ "الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے (خط کلسیوں رکوع 2 آیت 9)۔اور وہ عکسی نور نہیں بلکہ " حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 9) ۔ اور چونکہ چراغ کی روشنی زندگی بخش نہیں ہوتی۔ اور حقیقی نور میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا۔" (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 4)۔ اس لئے اسے بمنزلہ آفتاب قرار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ عہد عتیق کے آخری گواہ حضرت ملاکی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش خبری کے طور پر اسکے متعلق یہ نبوت کی ۔ "تم جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہو۔آفتاب صداقت طالع ہوگا اور اس کی کرنوں میں شفا ہوگی۔" (بائبل مقدس صحیفہ حضرت ملاکی رکوع 4 آیت 2)۔ اور آنخداوند کے پیشرو اور حقیقی نور کے گواہ(حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 8)۔مقدس یوحنا کی پیدائش پر مقدس ذکریا نے روح القدس سے بھر کر یہ نبوت کی ۔" اے لڑکے تو خدا تعالیٰ کا نبی کہلائے گا۔ کیونکہ خداوند کی راہیں تیار کرنے کو اس کے آگے آگے چلے گا۔ ۔۔ یہ ہمارے خدا کی عین رحمت سے ہوگا۔ جس کے سبب سے عالم بالا کا آفتاب ہم پر طلوع کرے گا۔ تاکہ ان کو جو اندھیرے اور موت کے سایہ میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے (حضرت لوقا رکوع 1 آیت 76 تا 79)۔

(2)۔ قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ کو نور کہا گیا ہے۔

اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" (نور 35)۔ اور اس کے مثالی نور کو چراغ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ یعنی اس کے نور کی مثال ایک طاق میں چراغ جیسی (نور 35)۔ اسی نور کو ہدائت بھی کہا گیا ہے۔ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ یعنی اللہ جس کو چاہے اپنے نور کی ہدائت دیتا ہے (نور 35)۔اسی طرح سے الہامی کلام کو بھی نور کہا گیا ہے "یعنی ہم نے توریت نازل کی ۔ جس میں ہدائت اور نور ہے (مائدہ 48)۔ "اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو انجیل دی۔ جس میں ہدایت اور نور ہے (مائدہ 50)۔ "یعنی تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی ہے ۔ (مائدہ 18)۔ اور آنحضرت ﷺ کو روشن چراغ کہا گیا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا یعنی اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور مبشر اور نذیر اور اللہکے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ کے طور پر بھیجا ہے (احزاب 45)۔ پس آنحضرت ﷺ وہ چراغ ہیں جنہوں نے اپنی عمر کے قریباً چالیس سال گذرنے کے بعد آسمانی روشنی حاصل کی۔ اس سے پہلے عرصہ کے متعلق قرآن شریف سے آپ کے لئے یہ گواہی ملتی ہے" اور تو نہ جانتا تھا کہ کتاب اور ایمان کیا ہے (شوریٰ 152)"اور تجھے راہ گم کردہ پایا پھر ہدائت دی (ضحیٰ 6)۔ اور صحیح بخاری میں آپ پر نزول وحی کے آغاز کی کیفیت یوں مذکور ہے :

عن عایشہ ام المومنین انھا قالت اول ماید بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرویا یا الصالحۃ فی النورم فکان لایری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فرجع بھا رسول ﷺ حجف فو ادہ فدخل خدیجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتت بہ ورقہ بن نوفل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابن عمر خدیجہ وکان امرا ینتصر فی الجاھلیہ وکان یکتب الکتب العبر انی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة ماشاللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

الذی نزل اللہ علی موسیٰ الخ(صحیح بخاری باب بدء الوحی مطبوعہ 1862ء بمطبع بریلی لائڈن بالینڈ)۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رسول ﷺ پر پہلے پہل جو وحی کا آغاز ہوا۔ وہ نیند میں اچھی خوابیں تھیں۔ جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی مانند (درست)آتی۔ پھر آپ کو خلوت پسند ہوئی اور آپ غار حرا میں اکیلے رہتے اور تحنث کرتے تھے۔ جس کو مراد اپنے اہل کی طرف راغب ہونے سے پہلے متعدد راتیں عبادت کرنا ہے ۔ اور اس خلوت کے لئے خرچ لے جاتے ۔ پھر خدیجہ کی طرف واپس آکر اسی قدر راتوں کے لئے اور خرچ لے جاتے۔ حتیٰ کہ اسی غار حرا میں آپ کے پاس حق آیا۔ چنانچہ فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا پڑھ ۔ آپ نے کہا میں نے اسے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ آپ نے کہا کہ اس نے مجھ کو پکڑ کر یہاں تک دبوچا ۔ کہ میری طاقت انتہا کو پہنچی۔ پھر اس

نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوسری بار یہاں تک دبایا کہ میری طاقت انتہا کو پہنچ گئی۔ پھر اس نے مجھ کو چھوڑ کر کہا کہ پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ پھر اس نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور تیسری بار یہاں تک دبایا کہ میری طاقت انتہا کو پہنچی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے الخ۔" پھر رسول ﷺ ان آیتوں کو لے کر واپس آئے۔ آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ خدیجہ بنت خویلد کے پاس پہنچے ۔ اور خدیجہ آپ کو لیکر اپنے عم زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئی ۔ جو زمانہ جاہلیت میں مسیحی بن گیا تھا اور وہ عبرانی تحریر لکھتا تھا۔ اور جس قدر اللہ نے لکھوانا چاہا وہ انجیل سے عبرانی میں لکھتا تھا۔ تو رسول ﷺ نے وہ معاملہ جو دیکھا تھا اسے بتایا اور ورقہ بن نوفل آپ سے کہا کہ وہ ناموس ہے جو اللہ نے موسیٰ پر نازل کیا تھا۔ الخ(یہ حدیث صحیح مسلم میں اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر "سور علق) میں بھی مذکور ہے)

پس جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ چراغ ہیں نیز چونکہ چالیس سال کی عمر میں انہیں آسمانی روشنی حاصل ہوئی۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ وہ عکسی روشنی اور چراغ ہی ہوسکتے ہیں نہ کہ حقیقی نور جو بالذات روشن ہے۔ لیکن جناب مسیح کے متعلق نہ صرف کتب مقدسہ سے بلکہ قرآن شریف سے بھی یہ گواہی ملتی ہے ۔ کہ اگرچہ کلمتہ اللہ کا ظرف ظہور یعنی انسانیت بتدریج تکمیل کو پہنچی۔ (حضرت لوقا رکوع 2 آیت 52)۔ مگر حسب استعداد وہ انسانیت شروع سے ہی حقیقی نور کا مظہر تھی۔ چنانچہ انجیل مقدس میں ظاہر ہے کہ بارہ سال کی عمر میں آنخداوند کو"ہیکل "میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے ان کی سنتے اور ان سے سوال کرتے ہوئے پایا اور جتنے اس کی سن رہے تھے اس کی سمجھ اور اسکے جوابوں سے دنگ تھے(حضرت لوقا رکوع 3 آیت 46تا47)۔ اور اس کی انسانیت کو جیسے انجیل مقدس میں "مولود مقدس کیا گیا(حضرت لوقا رکوع 1 آیت 35)ویسے ہی قرآن شریف میں بھی اسے پیدائش سے پہلے ہی "زکی " یعنی پاکیزہ کہا گیا ہے سورہ مریم 119 جس سے ظاہر ہے کہ اس پر پاکیزگی کا اطلاق قبل از کسب وعمل اور بالذات ہے ۔ اور قرآن شریف میں بجز جناب مسیح کے اور کسی انسان کے حق میں اللہ یا ملائکہ کی طرف سے یہ لفظ مذکور نہیں۔ علاوہ بریں صیحین کی متفق علیہ حدیث سے بھی آنخداوند اور اس کی ماں کی پیدائش مستثنیٰ طریق پر مس شیطانی سے بکلی پاک ٹھہرتی ہے۔"بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے کہا کہ مریم اور ابن مریم کے سوا کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا جس کی پیدائش وقت شیطان نہ چھوئے اور وہ شیطان کے چھونے سے چلا کر نہ روئے (مشارق الانوار حدیث 929)۔

نیز قرآن شریف میں اس امر میں بھی انجیل مقدس کا مصدق ہے ۔ کہ آنخداوند کی نبوت بھی پیدائشی ہے اور وہ ایسا چراغ نہیں جو کہ طویل عرصہ تک تاریکی کی حالت میں رہنے کے بعد روشن کیا گیا ہو إِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم میری نعمت کو یاد کرو جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہے کہ جب میں نے روح القدس سے تیری تائید کی۔ تو نے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے کلام کیا۔ اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت سکھائی (مائدہ 109)۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَوَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَمِنَ الصَّالِحِينَ یعنی جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم تجھ کو اللہ اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب الہیٰ ہے۔ اور گہوارہ میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے کلام کریگا اور صالح ہوگا(آل عمران 40و41)۔

"یہودیوں نے کہا کہ اس لڑکے سے ہم کیسے بات کریں۔ جو کہ گہوارہ میں ہے۔ تو لڑکے (عیسیٰ) نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کو کتاب دی اور مجھ کو نبی بنایا ہے (مریم آیت 30و31)۔

الحاصل جیسے مادی عالم میں دو طرح کا نور ہے ایک حقیقی جیسے سورج جو از خود روشن بنایا گیا۔ دوسرا عکسی جیسے چاند اور چراغ جو سورج کی روشنی کا محتاج اور اسکا عکس ہے ۔ یہ امر روحانی نور کے لئے بطور مثال کے ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت کا فیضان بھی حقیقی اور عکسی دو طرح پر ہے۔ حقیقی نور جو بمنزلہ آفتاب ہے اور جس کی کرنوں میں شفا اور زندگی بخش تاثیر ہے اور جو بالذات روشن اور جس کی روشنی کا افادہ ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ یہ سب باتیں جناب مسیح کے حق میں صادق ٹھہرتی ہیں۔ کہ وہ "حقیقی نور " ہے (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 9)۔ وہ زندگی بخش نور ہے

(حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 4)۔ اس کا ادعا یہ ہے دنیا کا نور میں ہوں۔ جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔ (حضرت یوحنا رکوع 8 آیت 11)۔ وہ آفتاب صداقت ہے اور اس کی کرنوں میں شفا ہے (ملاکی رکوع 4 آیت 2)۔ وہ عالم بالا کا آفتاب ہے جس سے دنیا کی تاریکی اور موت کا ازالہ ہوگا(حضرت لوقا رکوع 1 آیت 78)۔اور اس امر میں شک کی گنجائش نہیں کہ جناب مسیح کے سوا دنیا کا کوئی مذہبی ہادی یسا نہیں جو آسمانی روشنی کے حصول سے پہلے بڑی عمر تک خود تاریک نہ رہا ہو اور بچپن سے ہی اپنے باطن میں نور ہدایت رکھتا ہو۔ اور جو حقیقی نور اور زندگی بخش نور اور دنیا کا نور اور آفتاب صداقت اور عالم بالا کا آفتاب کہلاسکے۔ یا جس کے حق میں یہ سب باتیں اس کی پیدائش ،زندگی ،کام اور کلام کی بنا پر صادق آسکیں۔ پس ازلی اور غیر محدود نور کے فیضان کا حقیقی واسطہ کلمتہ اللہ ہی ہے ۔ جو خدا کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہے (خط عبرانیوں رکوع 1 آیت 3)۔ اور سب محدود وحادث انسان اس حقیقی نور کے واسطہ سے ہی غیر محدود ازلی نور سے استفادہ کرسکیں گے (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 9)۔اور روحانی عالم اور الہیٰ دارالحکومت جہاں مادی سورج اور چاند ٹھہریں گے اور جو صرف الہیٰ جلال سے منور ہوگا(کتاب مکاشفہ رکوع 22 آیت 5)۔ اس عالم کے باشندے بھی محدود وحادث ہونے کی وجہ سے اسی حقیقی نور کے واسطہ سے الہیٰ جلال سے مستفیض ہوں گے(کتاب مکاشفہ رکوع 21 آیت 23)۔

ہمہ گیر نور

دہم۔ وہ کل دنیا کا ور ہمہ گیر نور ہے (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 9و10، رکوع 8 آیت 12)۔ آج دنیا کے ہر مذہب کے لوگ اپنے مسلمہ مذہب کو ہی ہمہ گیر مذہب اور اپنی مسلمہ مذہبی کتاب کو ہی سب قوموں کے لئے نور ہدایت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مسلم حضرات کا بھی یہی ادعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ہمہ گیر مذہبی ہادی اور قرآن شریف کو کامل اور ہمہ گیر مذہبی روشنی اور آسمانی کتاب ٹھہرا یا ہے ۔ اور اس کے مقابل جناب مسیح اور انجیل مقدس کو صرف بنی اسرائیل سے مختص قرار دیتے ہیں ۔ اور اس امر میں وہ یہاں تک تحکم سے کام لیتے ہیں ۔ کہ بائبل مقدس کی ان کثیر آیات کو جن سے آنخداوند کا ہمہ گیر مذہبی ہادی ہونا اور بائبل مقدس کا ہمہ گیر مذہبی ہادی اور قرآن شریف کو کامل اور ہمہ گیر مذہبی روشنی اور آسمانی کتاب ٹھہرایا ہے ۔ اور اس کے مقابل جناب مسیح اور انجیل مقدس کو صرف بنی اسرائیل سے مختص قرار دیتے ہیں ۔ اور اس امر میں وہ یہاں تک تحکم سے کام لیتے ہیں۔ کہ بائبل مقدس کی ان کثیر آیات کو جن سے آنخدواند کا ہمہ گیر مذہبی ہادی ہونا اور بائبل مقدس کا ہمہ گیر اور کامل الہامی روشنی ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ بکلی نظر انداز کردیتے ہیں۔ اور صرف ایک آیت کو ساری کتاب مقدس میں سے اپنی مطلب براری کے لئے الگ کرلیتے ہیں کہ جناب مسیح بنی اسرائیل کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۔ (حضرت متی رکوع 15 آیت 24)۔ حالانکہ دنیا بھر کی مذہبی اور غیر مذہبی کتابوں کی تشریح وتفسیر کے لئے یہ ضروری اور لابدی عقلی اصول ہے کہ اس کے کسی ایک جملہ کی ایسی تاویل نہیں کرسکتے جو اس ساری کتاب کے کھلے بیانات کے صریح برخلاف ہو۔ اور اسکے مقابل مسلم اصحاب قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی ایسی زبردستی سے کام لیتے ہیں کہ قرآن شریف کی ان بہت سی آیات کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ جو اس کی ہمہ گیری کی برخلاف دلالت کرتی ہیں ۔ اور صرف ایک دو آیتوں کی کھینچ تان کر ایسی تاویلیں کرتے ہیں۔ جن سے ان کی مطلب براری ہوسکے۔ اور اس بدیہی حقیقت کی بھی پروا نہیں کرتے ۔ کہ جو کتاب خدا تعالیٰ نے دنیا بھر کی سب قوموں کے استفادہ کے لئے دی ہے۔ اس کو الہیٰ قدرت اور حکمت نے دنیا بھر میں اس قدر پھیلا بھی دیا ہوگا اور اس کے ترجمے بھی دنیا کی ہر ایک زبان میں موجود ہوجائیں گے ۔ کہ بتدریج ہر قوم کے لئے اس کا حصول اور اپنی اپنی زبان میں اس سے استفادہ ممکن ہو۔ پھر روحانی حقائق اور الہیٰ عرفان جو فوق العقل ہیں اور تہذیب باطن جو مایہ النزاع ہوسکتی ہے ان سے قطع نظر کم ازکم تہذیب ظاہر کے متعلق ہی کیا قرآن شریف واقعی ایسی کافی اور کامل ہدائت ہوسکتی ہے ۔ کہ بائبل مقدس کے بتدریج تکمیل کو پہنچے ہوئے الہیٰ قانون کی طرح وہ کسی حدیث یافقہ یا انسانی اجماع وقیاس کی احتیاج سے مستغنی ہو؟ ہم بنظر اختصار بائبل مقدس اور قرآن شریف سے چند ایسے مقامات پیش کریں گے جو مسلمانوں کے ادعا کے برخلاف ہیں۔

(1)ازروئے بائبل مقدس۔

(الف) عہد عتیق ۔مقدس اضحاق سے خدا تعالیٰ کا وعدہ: زمین کی سب قومیں تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گی۔(پیدائش رکوع 26آیت 4)۔

مقدس یعقوب سے الہیٰ وعدہ: "زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گے(پیدائش رکوع 28آیت 14)۔

یہوداہ کے لئے اسرائیل کی برکت: یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی۔ اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شیلوہ نہ آئے۔ اور قومیں اس کی مطیع ہونگی(پیدائش رکوع 49آیت 10)۔

یسی کے لئے الہیٰ ارادہ: یسی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی۔ اور اسکی جڑوں نے ایک بار آور شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی روح اس پر ٹھہرے گی۔ اس کی کمر کا پٹکا راستبازی ہوگی اور اس کے پہلو پر وفاداری کا پٹکا ہوگا۔۔۔۔ کیونکہ جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے اسی طرح زمین خداوند کے عرفان سے معمو ہوگی اور اسوقت یوں ہوگا کہ لوگ یسی کی اس جڑ کے طالب ہوں گے جو لوگوں کے لئے نشان ہے اور اس کی آرامگاہ جلالی ہوگی(حضرت یسعیاہ رکوع 11آیت 1تا10)۔

داؤد کی نسل کے لئے الہیٰ وعدہ: میں تم کو ابدی عہد یعنی داؤد کی سچی نعمتیں بخشونگا۔ دیکھو میں نے اسے امتوں کے لئے گواہ مقرر کیا۔ بلکہ امتوں کا پیشوا اور فرمانروا۔(حضرت یسعیاہ رکوع 55آیت 3و4)۔

جناب مسیح کے متعلق کثیر پیشگوئیوں میں سے چند ایک بطور مشتے ازخروارے۔

"دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں اور میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے میں نے اپنی روح اس پر ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔۔۔۔ میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرونگا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دونگا(یسعیا رکوع 42آیت 1تا6)۔ نیز دیکھو (یسعیا رکوع 61آیت 1)۔ جناب مسیح نے خود ان پیشن گوئیوں کا مصداق ہونے کا ادعا کیا(حضرت متی رکوع 12آیت 18تا21 حضرت لوقا رکوع 4 آیت 18)۔ اور مقدس شمعون نے روح القدس کی ہدایت سے (یسعیاہ رکوع 42آیت 6 ، رکوع 49 آیت 6) کی پیش گوئی کو جناب مسیح کی طرف منسوب کیا۔ (حضرت لوقا رکوع 2آیت 31و33) لیکن آخری دنوں میں یوں ہوگا کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائے گا اور ٹیلوں سے بلند ہوگا اور سب قومیں وہاں پہنچینگی۔ بلکہ بہت سی امتیں آئیں گی اور کہیں گی۔ آؤ خداوند کے پہاڑ پر چڑھیں یعنی یعقوب کے خدا کے گھر میں داخل ہوں۔۔۔۔۔ اور خداوند کا کلام یروشلم سے صادر ہوگا(یسعیاہ رکوع 25آیت 3۔ میکاہ رکوع 4آیت 1و2)۔ اور بیگانہ کی اولاد بھی جنہوں نے اپنے آپ کو خداوند سے پیوستہ کیاہے۔ میں ان کو بھی کوہ مقدس پر لاؤں گا۔ کیونکہ میرا گھر سب قوموں کی عبادت گاہ کہلائے گا"(یسعیاہ رکوع 56آیت 6و17)۔

(ب) عہد جدید "بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو(حضرت متی رکوع 24آیت 14)۔" پس تم جاکر سب قوموں کو شاگرد بناؤ۔ (حضرت متی رکوع 28آیت 19)۔ اور ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔ (حضرت مرقس رکوع 13 آیت 10)۔ "تم تمام دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔(حضرت مرقس رکوع 16آیت 15)۔ اور یروشلم سے شروع کرکے ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی کی جائے گی۔ (حضرت لوقا رکوع 24آیت 47)۔ دیکھو خدا کا برہ جو دنیا کا گناہ اٹھا لے جاتا ہے (حضرت یوحنا رکوع 1آیت 29)۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنیں گی اور ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا" (حضرت یوحنا رکوع 10آیت 16)۔ اور اس شہر کے بہت سے سامری۔۔۔۔۔ اس پر ایمان لائے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ کہا اب ہم۔۔۔۔۔۔ جانتے ہیں کہ یہ فی الحقیقت دنیا کا منجی ہے(حضرت یوحنا رکوع 4آیت 39و42)۔ جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے۔ اور یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے" (اعمال الرسل رکوع 1آیت 8)۔ " اب مجھے پورا یقین ہوگیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا اور راستبازی کرتاہے وہ اس کو پسند کرتاہے" (اعمالرسل رکوع 10آیت 34و35)۔ اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی" (خط اول

حضرت یوحنا رکوع 2 آیت 2)۔ اور تم سب جتنوں نے مسیحی میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا۔ مسیح کو پہن لیا نہ کوئی یہودی رہا اور نہ یونانی نہ کوئی غلام نہ آزاد نہ کوئی مرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح میں ایک ہو (خط گلتیوں رکوع 2 آیت 27)۔

ہم نے کتاب مقدس کے صرف چند مقامات بنظر اختصار پیش کئے ہیں۔ ورنہ کلام مقدس کی ساری تعلیم اسی امر کی موید ہے۔ کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی۔ کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔" (حضرت یوحنا رکوع 3آیت 16)۔ "کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا۔ جس کے وسیلہ سے ہم نجات پاسکیں (اعمال الرسل رکوع 4 آیت 12)۔ وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں۔ اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں۔ کیونکہ خدا ایک ہے اور خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح جو انسان ہے (خط اول تمیتھس رکوع 2 آیت 4و5)۔

پس مسلم حضرات کتاب مقدس کی ساری تعلیم کی پروا نہ کرکے اس میں صرف اس ایک جملہ کا سہارا لیتے ہیں۔ کہ آنخداوند نے کہا" میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (حضرت متی رکوع 15 آیت 24)۔ مگر ازروئے عقل وایمان اس آیت کی ایسی تاویل کرنی چاہیے جو کتاب مقدس کی دیگر صریح تعلیم کے برخلاف نہ ہو۔ اور نہ خداوند کے اس عمل کے برخلاف ہو۔ کہ اس نے خود سامریوں کو بشارت دی اور وہ اس پر ایمان بھی لائے۔ اور اس نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ سب قوموں میں انجیل کی منادی کرو۔ اور یہ پیشن گوئی بھی کی انجیل کی منادی سب قوموں میں کی جائے گی اور مسیح کے حواریوں اور رسولوں نے اس کے حکم اور روح القدس کی ہدائت کے مطابق غیر یہودیوں میں کام کیا اور جا بجا ان کی کلیسیائیں قائم کیں۔ اور خدا تعالیٰ کی حکمت وقدرت مطلقہ کے عجیب انتظام کے مطابق دنیا بھر کی دینی اور دینوی کتابوں میں سے اکیلی کتاب ہے جو گیارہ سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا کی ساری قوموں میں اشاعت پذیر ہوچکی ہے۔

الغرض اس آیت کی ایسی تاویل ہونی چاہیے کہ جو کتاب مقدس کے بینات کے برخلاف نہ ہو۔ اور وہ تاویل خداوند مسیح نے خود ہی بیان کردی۔ جو کہ انگوری باغ کے ٹھیکہ داروں کی تمثیل میں جو متی، مرقس اور لوقا تینوں انجیلوں میں مذکور ہے۔ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس تمثیل کا نتیجہ خداوند نے ان الفاظ میں پیش کیا کہ" اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی (حضرت متی رکوع 21 آیت 43)۔ اس تمثیل پر یسعیاہ رکوع 5 آیت 7 کے بیان کے ساتھ غور کریں۔ تو صاف معلوم ہوجائے گا۔ کہ خدا کی بادشاہی کا باغ یعنی الہٰی شریعت یہودی ٹھیکہ داروں کے سپرد کی گئی اور ان کے پاس پھل کے مطالبہ کے لئے انبیاء بھیجے گئے۔ اور قساوت انتہا کو پہنچ گئی۔ تو انجامکار ابن اللہ ان کے پاس بھیجے گئے۔ جس کا قتل ان کی شرارت کا آخری ثبوت اور ان کے خارج کئے جانے کا باعث ٹھہرا۔ اور" ان کا خارج ہوجانا دنیا کے آملنے کا باعث ہوا" (خط رومیوں رکوع 11 آیت 15)۔ کیونکہ "بلائے ہوئے لائق نہ تھے۔" اس لئے ان کی جگہ دوسرے بلائے گئے (حضرت متی رکوع 22 آیت 8و9)۔

پس جناب مسیح کی صلیبی موت اور کفارہ سے پہلے عہد عمل تھا۔ جس کے مطابق مصیبت اور تنگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئے گی۔ پہلے یہودی کی پھر یونانی کی مگر جلال اور سلامتی ہر ایک نیکو کار کو ملیگی پہلے یہودی کو پھر یونانی کو۔ کیونکہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں۔ جنہوں نے بغیر شریعت پائے گناہ کیا وہ بغیر شریعت کے ہلاک بھی ہوں گے۔ اور جنہوں نے شریعت کے ماتحت ہو کر گناہ کیا ان کی سزا شریعت کے موافق ہوگی (حضرت رومیوں رکوع 12 آیت 11و12)۔ اور وہ نوکر جس نے اپنے مالک کی مرضی جان لی اور تیاری نہ کی۔ نہ اس کی مرضی کے موافق عمل کیا۔ بہت مار کھائیگا۔ مگر جس نے نہ جان کر مار کھانے کے کام کئے۔ وہ تھوڑی مار کھائے گا۔ اور جسے بہت دیا گیا۔ اس سے بہت طلب کیا جائے گا۔ (حضرت لوقا رکوع 12 آیت 47 تا 48)۔ مگر خداوند کے کفارہ کے بعد عہد فضل شروع ہوا۔ اور یہودی قوم کی خصوصیت انکی سرکشی اور جناب مسیح میں اسرائیل کی برگزیدگی کے الہٰی مقصد کی تکمیل کے سبب سے ختم ہوگئ۔ اور سب قومیں یکساں خداوند کے فضل کی مستحق اور ایمان کے سبب سے ابراہام کی برکت کی وارث ہوگئیں (خط رومیوں رکوع 4 آیت 13و16)۔ المختصر مسیح کی تین سالہ رسالت تو فلسطین میں بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ مگر اس کے کفارہ کا فیضان دنیا کی سب قوموں کے لئے ہے۔ اور ازروئے عقل بھی یہ امر ظاہر ہے۔ کہ اگر مسیح کی صلیبی موت کے بعد یہودی قوم کے کفر اور سرکشی کے سبب سے ان کی خصوصیت جاتی

رہی۔ توان کی برگزید گی اور خصوصیت کا نہ ہونا ہی عمومیت کے وجود کی دلیل ہے ۔اور مسلمان بھی اس امر کا انکار نہیں کرسکتے۔ کہ جناب مسیح کی تکفیر یہودی قوم کے ردکئے جانے کاآخری اور انتہائی سبب تھا۔

" بنی اسرائیل میں سے منکروں پر داؤد عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی (سورہ مائدہ 86)۔ لیکن مقدس داؤد کے وقت صرف بعض یہودی سر کش ہوئے۔ جبکہ مسیح کا انکار چند ایمانداروں کے سوا ساری قوم نے اجتماعی صورت میں کیا۔ اس لئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے وہ قوم ہی رد کی گئی چنانچہ مقدس داؤد کے بعد تواس قوم میں بہت سے انبیاء معبوث ہوئے۔مگر جناب مسیح کا انکار کرنے کے بعد اس قوم میں سے انبیاء کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا" بنی اسرائیل کی عہد شکنی کے سبب سے ہم نے انہیں لعنت کی ۔ اور ان کے دل سخت کردیئے۔(سورہ مائدہ 16)۔ "یعنی ان عہد شکنی پر اور خدا کی آیتوں کے انکار پر اور نبیوں کو قتل کرنے پر ----- ۔ اور ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان بولنے پر ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا(نساء 155و156)۔ پس جبکہ مسلمان اس بات کا انکار نہیں کرسکتے ۔ کہ مسیح کی تکفیر کے بعد بنی اسرائیل کی برگزید گی کی خصوصیات باطل ٹھہری۔ جیسا کہ انجیل مقدس اور قرآن شریف میں ظاہر ہے ۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ اسی مردود ومغضوب قوم کو انجیل مقدس کے نور وہدایت کے لئے مختص ٹھہرائے۔ اور خصوصیت کے ازالہ کے بعد عمومیت وجود پزیر نہ ہو۔ اور زمانہ تعمیم کے باوجود بند کردے ۔ بلکہ بنی اسرائیل کو رد کرنے کے بعد چھ سوسال تک ہمہ گیر خادہ کو منقطع رکھے۔ پھر اگر جناب مسیح کاظہور صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا ۔ جنہوں نے باستثناء معدودے چند اجتماعی صورت میں اس کا انکار کیا۔ تو مسیح کے متعلق خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کا کیا بنا" اور میں تیرے متبعین کو منکروں پر تا یوم قیامت غالب رکھنے والاہوں (آل عمران 48)۔ اور اگر آنخداوند کی انجیل مقدس صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ تو کیونکر مقدس یعقوب اور مقدس موسیٰ سے لے کر مقدس ملاکی تک تو ایک طائفہ رہے ۔مگر آنخداوند کے انکار کے بعد وہی اکیلی قوم طائفتین بن گئی (انعام آیت 157)۔اور مقدس ملاکی تک توان کا قومی نام بنی اسرائیل اور مذہبی نام یہود رہا۔مگروہی اکیلی قوم جناب مسیح کو رد کرنے کے بعد کس بنا پر یہود اور نصاریٰ دو الگ الگ ناموں سے موسوم ہوسکتی ہے ؟ پھر کیوں یہود سے علیحدہ کرکے بالتخصیص اہل الانجیل کو یہ کہا گیا" اہل انجیل کواس پر حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس انجیل)میں نازل کیا (مائدہ 51)۔ اور کیا مسلمانوں کا مفروضہ قرآن شریف کے اس بیان کے مقابل خلاف عقل وایمان نہیں ٹھہرتا ۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عداوت میں قوم یہود کو اشد الناس ٹھہرا کر پھر اسی قوم کو نصاریٰ کے نام سے ان کی مودت میں اقرب قرار دے ؟ (مائدہ 85)۔پس یہ عقیدہ کہ قوم یہود پر خدا تعالیٰ کی طرف سے لعنت کئے جانے اور ان کو مردود ومغضوب ٹھہرانے اور ان کی برگزید گی کو ختم اور خصوصیت کوزائل کرنے کے بعد بھی قدوس وحکیم اور رحمان ورحیم خدا نے انجیل مقدس کو نور وہدایت کو یہودیوں کے لئے مخصوص کردیا۔ اور دیگر اقوام عالم کو چھ سوسال کے لئے بکلی تاریکی میں چھوڑ دیا۔ عقل وایمان دونوں کے برخلاف ہے ۔

الحاصل ازروئے کلام مقدس اور عقل ومشاہدہ یہی ماننا لازم ہے کہ اگرچہ حقیقی نور کا عام فیضان ہر فرد انسان کی روحانی استعداد کے مطابق ہمیشہ سے ہمہ گیر ہے (حضرت یوحنا رکوع 1 آیت 9)۔ اور اس نے اگلے زمانہ میں سب قوموں کو اپنی اپنی راہ چلنے دیا۔ تو بھی اس نے اپنے آپ کو بے گواہ نہ چھوڑا (اعمال الرسل رکوع 14آیت 16و17)۔ لیکن حقیقی نور کا خاص فیضان انفرادی طور پر ان اشخاص کے لئے مختص رہا۔ جو ایماندار باپ دادا کے ذریعہ سے الہیٰ روشنی کا بالتدریج استفادہ کرکے دیگر لوگوں کے مقابل روحانی طور پر زیادہ مستعد ہوگئے ۔ پھر مقدس ابرہام سے اس انفرادیت کی تکمیل خاندان میں ہوئی اور خدا تعالیٰ نے مقدس ابرہام کے خاندان کو خاص عرفان کے فیضان کے لئے برگزیدہ ٹھہرایا۔ اور اس خاندان کے وسیلہ سے خدا تعالیٰ نے قوم اسرائیل کو برگزید گی بخشی۔ چنانچہ مقدس موسیٰ کی معرفت اس قوم کے لئے کامل شریعت کا خاص افادہ ہوا۔ پھر اس قوم کے وسیلہ سے خدا تعالیٰ نے اس خاص فضل کو تمام بنی آدم کے لئے عام کردیا ۔ اور عہد عمل کی تکمیل اور عہد فضل کاافادہ جناب مسیح کے کفارہ کے ذریعہ سے ہوا۔ اور یوں عہد عتیق کے صحف مقدسہ کی الہامی روشنی کی بتدریج تکمیل عہد جدید کے مقدس صحیفوں کے ساتھ ہوگئی۔ (حضرت متی رکوع 5آیت 17)۔ اور اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح طرح بہ نبیوں کی معرفت کلام کرکے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔"(خط عبرانیوں رکوع 1 آیت 1و2)۔ پس بائبل مقدس میں خدا تعالیٰ کے روحانی اور آسمانی نور وہدایت کا الہامی نصاب

بتدریج مکمل ہوگیا۔ اور وہ کتاب کامل اور ہمہ گیر نور وہدایت ٹھہری مگر اس کے مقابل مسلمان حضرات کسی برہان عقلی اور سند کلام کے بغیر بائبل مقدس کے کل آسمانی صحف اور الہیٰ کلام کو رد کرتے ہیں۔ اور صرف قرآن شریف کو اکیلا موجود الہامی صحیفہ اور ہمہ گیر اور کامل الہیٰ کلام قرار دیتے ہیں۔ اور اس بات کی بھی پروا نہیں کرتے ۔ کہ خدا کے ایک کلام کی دوسرے پر ترجیح وتفصیل یا ایک کو رد اور دوسرے کو قبول کرنا یا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے پہلے زمانہ کے سارے آسمانی صحیفوں کے بگڑنے کی پروانہ کرکے صرف آخری صحیفہ کے متعلق ہی غیرت وقدرت کا اظہار کیا۔ اور اپنے پہلے کاموں کو ہیچ ٹھہرا کر آخری کلام کی حفاظت کا عزم کیا۔ عقل وایمان کے صریح برخلاف ہے ۔ اور عقل ومشاہدہ کے اس حکم کے بھی برخلاف ہے کہ کسی طرح کا تعلیمی نصاب بلاتدریج کام نہیں ہوسکتا ۔ اور تدریجی نصاب کے پہلے اجزا سے استفادہ کئے بغیر کامل ہے براہ راست استفادہ کا دعویٰ قطعاً باطل ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے ایک کلام کے بعد دوسرے کی ضرورت بتدریج تکمیل کے طور پر تو ہوسکتی ہے۔ لیکن ایک الہیٰ کلام کو دوسرے کے مقابل گھٹیا یا قابل رد اور غیر ضروری ٹھرانا ذات الہیٰ کی توہین وتکفیر ہے ۔ چنانچہ انجیل مقدس سے پہلے صحف مقدسہ کی تنسیخ نہیں بلکہ تکمیل ہوئی ۔ جیسا کہ مسیح نے وضاحت کردی۔ " یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہوجائے(حضرت متی رکوع 5 آیت 17و18)۔ اسرائیلی انبیاء اگرچہ خاص برکت اور فیضان کا وسیلہ بنی اسرائیل کے لئے ٹھہرے ۔ لیکن فی الحقیقت وہ ساری دنیا کے لئے بھی عام برکت ورحمت کا ذریعہ ٹھہرائے گا ۔ چنانچہ مقدس یسعیاہ کی معرف خدا تعالیٰ نے مختلف قوموں کے نام سے الہامی کلام بھیجا۔ اور مقدس یرمیاہ کو کہا کہ " تیری ولادت سے پہلے میں نے تجھے مخصوص کیا اور قوموں کے لئے تجھے نبی ٹھہرایا۔" (یرمیاہ رکوع 15 آیت 5)۔ اور اسی طرح سے خدا نے کسی قوم کو بے گواہ نہ چھوڑا ۔(اعمال الرسل رکوع 14 آیت 16و17)۔ "کیونکہ جو کچھ خدا کی نسبت معلوم ہوسکتا ہے وہ ان کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لئے خدا نے اس کو ان پر ظاہر کردیا" (خط رومیوں رکوع 1 آیت 19و20)۔ "اسلئے کہ جو قومیں شریعت نہیں رکھتیں۔ اپنی طبعیت سے شریعت کے کام کرتی ہیں۔ تو باوجود شریعت نہ رکھنے کےوہ اپنے لئے خود ایک شریعت ہیں۔ چنانچہ وہ شریعت کی باتیں اپنے دلوں پر لکھی ہوئی دکھاتی ہیں (خط رومیوں رکوع 2 آیت 14و15)۔

پس آنحضرت ﷺ بھی جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ رحمت العالمین ہونیکے باوجود خاص عرب قوم کے لئے سراج منیر یعنی روشن چراغ تھے۔ اور لامحالہ کسی چراغ کی روشنی نہ حقیقی اور ذاتی ہوسکتی ہے اور ہمہ گیر اور زندگی بخش ۔ اور جبکہ آنحضرت ﷺ نے خود چالیس سال کی عمر میں نور ہدایت حاصل کیا۔ تو وہ روحانی چراغ سے زیادہ اور بمنزلہ آفتاب ہرگز نہیں ہوسکتے ۔ چنانچہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آپ امی تھے (اعراف 156و158)۔ امیین کے لئے مخصوص تھے" جس نے امیوں میں انہی میں کا رسول مبعوث کیا(جمعہ 2)۔ اور یہ خیال غلط ہے کہ امی کا لفظ ان پڑھ کے لئے آیا ہے۔ کیوں کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ اہل کتاب سے مراد خواندہ لوگ نہیں بلکہ وہ لوگ جن کے پاس خدا کی کتاب ہے اور امیین سے مراد ناخواندہ لوگ نہیں بلکہ غیر اہل کتاب مراد ہیں۔ چنانچہ : " اہل کتاب اور امیین (غیر اہل کتاب) سے کہہ دے (آل عمران 19)۔ اور اہل کتاب بھی غیر اہل کتاب کو امیین کہتے تھے : یعنی اہل کتاب نے کہا کہ ہم پر امیوں کے حق میں کوئی سبیل نہیں (آل عمران 69)۔ اور ازروئے عقل بھی کسی ساری قوم کا لقب باعتبار علم کے ناخواندہ اور ان پڑھ نہیں ہوسکتا۔ اور خود مسلمان جب کہ زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے عرب لوگ عرفان الہیٰ سے جاہل تھے نہ کہ دینوی علم کے اعتبار سے ۔ پس آنحضرت ﷺ بھی امی نبی اور امیوں کے لئے خصوصی گواہ اور ان کی روحانی تاریکی کے ازالہ کے لئے سراج منیر تھے۔ چنانچہ آپ کی بعثت کے داعی بھی یہی قرار دیا گیا۔

" اور یہ مبارک کتاب ہم نے نازل کی تاکہ تم اس پر چلو اور پرہیز گاری کرو۔ شائد تم پر رحم ہو۔ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے کتاب تو دوہی فرقوں پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کی تلاوت سے بے خبر تھ(انعام 156)۔ " اور اسی طرح ہم نے تیری طرف قرآن عربی نازل کیا۔ کہ تو اہل مکہ اور اگر اس کے گرد اگرد کے لوگوں کو ڈر سنائے ۔ (شوریٰ 75، انعام 92)۔ " تاکہ اس قوم کو تو ڈرسنائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا (سجدہ آیت 112، سورہ قصص 46)۔ یعنی تاکہ اس قوم کو ڈر سنائے جن کے باپ دادا کو ڈر نہیں سنایا گیا اور وہ بے خبر ہیں ۔(یسین 5)۔ علاوہ

بریں قرآن شریف کی جس فضیلت یعنی فصاحت لسانی کو بطور تحدی پیش کیا جاتاہے ۔ وہ صرف عربی زبان اور اہل عرب یا عربی زبان کے علما سے ہی متعلق ہوسکتی ہے ۔ اس کے ترجمہ میں وہ فصاحت نہیں ہوسکتی ۔ اور مضامین کے اعتبار سے مسلم حضرات قرآن شریف سے عرفان الہیٰ یا حقائق روحانی یا تہذیب ظاہر وباطن کے متعلق کوئی ایسا بیان پیش نہیں کرسکتے ۔ جو بائبل مقدس میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ بلکہ ازروئے انصاف یہی ماننا ہوگا۔ کہ بہ اعتبار مضامین قرآن شریف کے مقابل بائبل مقدس اکمل واتم کتاب ہے ۔ چنانچہ بائبل مقدس کی موجودگی میں الہیٰ عرفان اور روحانی حقائق اور تہذیب ظاہر وباطن کے علم وفہم کے لئے کسی اور کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ لیکن قرآن شریف اپنی تفہیم وتفصیل وتکمیل کے لئے یقیناً غیر قرآن کا محتاج ہے ۔ اسی لئے مسلم حضرات کو الہیٰ عرفان اور روحانی حقائق اور تہذیب باطن کی کامل معرفت تو درکنار صرف تہذیب ظاہر کی تکمیل کے لئے بھی احادیث واجماع اور فقہ وغیرہ کا سہارا ڈھونڈے بغیر چارہ کار نہیں۔ ان کو بے جا مذہبی تعصب نے صحف مقدسہ سے یہاں تک نفرت دلادی ہے ۔ کہ وہ دینیات کے تفہم وتفہیم کے لئے کلام اللہ پر غیر کلام اللہ کے سہارا کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر مسیحی یہ مانتےہیں۔ کہ اگرچہ انجیل مقدس سے صحف مقدسہ کی تکمیل ہوتی ہے ۔ لیکن الہیات کے تفہم وتفہیم کے لئے وہ دیگر کتب مقدسہ سے مستغنی نہیں بلکہ ان کا جزو متعلقہ ہے ۔ اور الہیات کا نصاب صحیفہ پیدائش سے لیکر مکاشفات تک کامل ہوتاہے۔